

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

قاعدے کی بات ہے کہ انسان تیاری اُس مقصد کی مناسبت ہی سے کیا کرتا ہے جو اس کے پیش نظر ہو۔ تیاری بجائے خود کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔ مقصد کی نوعیت ہی اس کی نوعیت معین کرتی ہے، مقصد کی وسعت یا محدودیت کے لحاظ ہی سے اس کا پیمانہ وسیع یا محدود ہوتا ہے، اور مقصد ہی کا مزاج تیاری کے ممکن طریقوں میں سے مناسب تر طریقے کا انتخاب کرتا ہے۔ بسا اوقات مختلف مقاصد کے لیے بڑی حد تک ایک ہی طرح کی تیاریاں کرنی پڑتی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر مقصد کے لیے وہ ناگزیر ہوتی ہیں، لیکن اس ظاہری مماثلت کے اندر غائر نگاہ سے دیکھا جائے تو صاف محسوس کیا جاسکتا ہے کہ مختلف مقاصد کی ملتی جلتی تیاریوں میں بھی ہر مقصد کی روح اپنی جدا گانہ نشانی کے ساتھ کار فرما ہوتی ہے اور ابتدائی مرحلوں سے گزر کر تکمیلی مراحل جتنے جتنے قریب آتے جاتے ہیں ان تیاریوں کے راستے بالکل ایک دوسرے سے الگ اور فوار ہوتے پے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر دیکھیے: اسلحہ سازی ایک قسم کی تیاری ہے۔ آپ خواہ کسی غرض سے اسلحہ بنائیں، بہر حال صنعتت کے چند طریقے آپ کو وہی اختیار کرنے ہوں گے جو کسی دوسری غرض کے لیے اسلحہ بنانے کا اختیار کرنے کا لیکن ابتدا ہی سے وہ مقصد جس کے لیے آپ اسلحہ بنا رہے ہیں، آپ کی اس تیاری کے پہلے اور اس کی نوعیت اور اس کے نتائج کو ان دوسرے لوگوں کی تیاریوں سے مختلف کر دے گا جو دوسرے مقاصد کے لیے ہی کام کر رہے ہوں۔ فرض کیجیے، آپ صرف ایک فن لطیف (فائن آرٹ)، کی حیثیت سے خوبصورت اسلحہ تیار کرنا چاہتے ہیں جس سے آپ کا مقصد محض اپنے اور اپنی سی بہنیت رکھنے والوں کے ذوقِ جمال کو تسکین دینا ہے، ایک دوسرا شخص پیشہ ور اسلحہ ساز ہے، اور ایک تیسرا شخص اس لیے اسلحہ بناتا ہے کہ اسے ایک فوج تیار کرنی ہے اور ان ہتھیاروں سے خود اپنا جنگی مقصد

حاصل کرنا ہے۔ ان تین مختلف مقاصد کے لیے آپ اور وہ دونوں اسلحہ سازی کے بہت سے مشترک طریقے اختیار کریں گے، لیکن تینوں کے مقاصد کا اختلاف پہلے قدم ہی سے تینوں کی راہیں الگ کر دیگا اور تکمیلی مراحل کی طرف جتنا جتنا قدم بڑھے گا یہ راہیں ایک دوسرے سے بے پیدا اور بعید تر ہوتی چلی جائیں گی۔

فن لطیف ہونے کی حیثیت سے آپ جو اسلحہ سازی کریں گے اس میں آپ کے لیے نفس نفیس نلواہیں اور بندہ تین بنا کر بھلتے خود مقصود ہوگا، کسی دوسرے مقصد کے لیے ان کو آگ و ذریعہ بنانے کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ آپ کی نگاہ میں اصل اہمیت اسلحہ کی نفاست، خوش ساختی اور ستھرائی کی ہوگی، خواہ وہ کارڈز میں اپنی کاٹ اور ماز کے اعتبار سے بالکل ناقص ہی کیوں نہ ثابت ہوں۔ آپ اسلحہ سازی کے طریقوں میں سے اختیار صرف انہی طریقوں کو کریں گے جن سے لطیف ترین، نازک ترین، حسین ترین ہتھیار بن سکیں اور عجائب دکھا کر ہر صاحب ذوق سے داد تحسین لیں۔ ان طریقوں کی طرف تو نظر اٹھا کر دیکھنا بھی آپ کو گوارا نہ ہوگا جن سے بھاری بھرکم، ہولناک اور بھینانک فلعہ شکن ہتھیار اور میدان مارا اسلحہ بنا کرتے ہیں۔ آپ کی نلواہیں اس لیے نہ ہوں گی کہ صفوں کو اٹھ دیں بلکہ اس لیے ہوں گی کہ ہوں میں ریشمی رومال کاٹ دیں۔ آپ آتش بار اسلحہ آتش باری کے لیے نہیں بلکہ آتش بازی کے لیے بنائیں گے۔ آپ کی توپ اس لیے نہ ہوگی کہ میدان جیتے بلکہ اس لیے ہوگی کہ اس کا گولہ آسمان پر جا کر پھٹے اور رنگ برنگ کے چھول برسائے۔ پھر آپ کے اس کارخانے کی کشش بھی ان خریداروں کو نہ کھینچے گی جنہیں رٹنے کے لیے ہتھیار درکار ہیں بلکہ کھینچے گی ان خوش ذوق لوگوں کو جو رٹائی جھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، محض آپ کی طرح آرٹ کے دلداد ہیں۔ وہ آپ کے بنائے ہوئے اسلحہ ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور انہیں خوبصورت علاقوں میں لپیٹ کر اپنے کمرہ کی زینت بنائیں گے۔ بہت سے بہت اگر کوئی کام انہوں نے ان ہتھیاروں سے لیا بھی تو بس یہ کہ کچھ نشانہ بازی کی نشست کر لی، کچھ تلوار کے ماتھے صاف کر لیے، کبھی کوئی جانور مار لیا اور کبھی تاشا میوں کے مجمع میں سپر گری کے کمالات کا ماکر خراج تحسین وصول

کر لیا۔

رہا پیشہ ور اسلحہ ساز، تو وہ اچھے سے اچھے اسلحہ بنا کر میرا بازار رکھ دے گا کہ جس کا جی چاہے قیمت دے اور خرید لے جاتے۔ اس کی تلوار اس کے اپنے کام کی نہ ہوگی، خریدار کے کام کی ہوگی۔ وہ اس پر بارٹر رکھے گا اور خریدار اس کی کاٹ سے فائدہ اٹھائے گا۔ ہر قسم کے خریداروں کی ضروریات کے لیے اس کے کارخانے میں ہر قسم کے ہتھیار تیار ملیں گے۔ شکاری شکار کے لیے، ڈاکو ڈاکو زنی کے لیے، جہانگیر کشورکشی کے لیے، مجاہد راہ خدا میں جہاد کے لیے، غرض ہر ایک اپنے مقصد کے لیے وہاں سے ہتھیار پالے گا۔ وہ خود کسی مقصد خاص کا خادم نہ ہوگا بلکہ مقاصد و سرور کے ہونگے اور وہ سب کا یکساں خادم ہوگا۔ اس بے مقصد اسلحہ سازی کا اثر لازماً صنعت اسلحہ کے طریقوں پر بھی پڑے گا۔ فن کے معلوم و معروف طریقے تو پوری مہارت کے ساتھ اس کارخانے میں استعمال کیے جائیں گے، لیکن کارزار میں کام آنے کے لیے اسلحہ میں جن عملی خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے انہیں پیدا کرنے کا طریقہ اس پیشہ ور فن کار کو سرے سے معلوم ہی نہ ہوگا۔ اس کا حال وہی ہوگا جو گذشتہ جنگ عظیم میں امریکہ کے اسلحہ ساز کارخانوں کا تھا کہ بازار کے چلتے ہوئے اسلحہ تو وہ خوب بنا سکتے تھے مگر کارزار کے عملی تجربوں سے جنگ آزمائہ قومیوں نے اسلحہ سازی میں جو کمالات پیدا کیے تھے ان کی ہوا تک بن پیشہ ور اسلحہ سازوں کے مال کو نہ لگی تھی۔ جیسا کہ مسٹر لائڈ جارج نے اپنی خود نوشت سوانح میں لکھا ہے امریکہ کے اسلحہ اپنی چمک و تک اور شان اور نفاست سے نگاہوں کو خیرہ کرتے تھے مگر میدان کی امتحان گاہ میں ناکام ثابت ہوتے تھے۔

بجائے اس کے جو شخص اسلحہ اس لیے بناتا ہے کہ اس کے پیش نظر ایک جنگی مقصد ہے جس کے لیے وہ اپنی فوج کو اپنے ہی ہتھیاروں سے مسلح کرنا چاہتا ہے، اس کا معاملہ آپ کے اور اس پیشہ ور اسلحہ ساز کے معاملہ سے قطعاً مختلف ہوگا۔ ڈھلائی اور صیقل گری اور آتش کاری کے ابتدائی اصول

اس کے ہاں بھی وہی ہونگے جو آڈسٹ اور پیشہ ور کے ہاں ہوں گے، مگر ان کا استعمال اس کے ہاں بالکل مختلف طور پر ہوگا۔ اس کو اسلحہ کی نفاست و خوشنائی کی اتنی پروا نہ ہوگی جتنی ان کی کاٹ اور مار کی ہوگی۔ کوئی ہتھیار چاہے کتنا ہی خوشنما ہو، اگر میدان کی آزمائش میں پورا نہ اتر سکے تو وہ اس کے کسی کام کا نہ ہوگا البتہ جھوٹے سے جھوٹا ہتھیار بھی جو اس آزمائش میں پورا اتر سکے اس کی نظر میں تہمت پسند نہ ٹھہرے گا۔ اسے مظہر العجائب ہتھیاروں کی حاجت نہ ہوگی، بس کارگر ہتھیار مطلوب ہوں گے۔ اسے وہ نوپ و درکار ہوگی جس کا کارگاہوں کو پاش پاش کر دے چاہے اس سے پھول ایک بھی نہ جھڑے۔ اس کو وہ لوہا مرغوب ہوگی جو دشمن کے اندر دوش تا کمر اتر جائے چاہے چمک کا نام بھی اس میں نہ ہو اور ہوا کے رومال کا ایک تار بھی نہ کاٹ سکے۔ ان خوبیوں کے ساتھ اگر ستھرائی اور نفاست خوشنائی بھی ہو تو کیا کہنے مگر مقابلہ وہ کارگر مگر جھوٹے ہتھیار کو حسین ترین مگر کند ہتھیار پر ہزار درجہ ترجیح دیکھا۔ پھر وہ صنعت اسلحہ سازی کے معلوم و متعارف طریقوں کا بھی غلام نہ ہوگا بلکہ میدان کے تجربوں پر انہیں پرکھے گا اور ان تجربات کی روشنی میں اصول صنعت کو زیادہ سے زیادہ بہتر طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا، خواہ وہ فن کے مرد جو طریقوں کے بالکل خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر اس کا مقصد ہی یہ متعین کرے گا کہ صنعت اسلحہ سازی کے اصول پر جن اقسام کے ہتھیار بننے ممکن ہیں ان میں سے وہ کس قسم کے ہتھیار بنائے اور کس قسم کے نہ بنائے۔ بہت سے وہ ہتھیار جو فن لطیف کی اغراض کے لیے یا پیشہ ور کی دکان کے لیے عین مطلوب ہیں، سرے سے اس کے کارخانہ کی اسکیم میں جگہ ہی نہ پائیں گے، اور بہت سے ان ہتھیاروں کو اس کے ہاں مہر فہرست جگہ ملنے کی جنہیں بنانے کی ضرورت نہ فن کار محسوس کرتا ہے نہ پیشہ ور۔ پھر وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس بات کا تصور تک نہ کر سکے گا کہ اپنے بنائے ہوئے ہتھیار اپنے دشمنوں کے ہاتھ بیچ دے فن کار اپنے فن میں مگن ہوتا ہے، اس کا کسی کارزار سے تعلق ہی نہیں ہوتا کہ کوئی اس کا دوست یا دشمن ہو۔ پیشہ ور ہر خریدار کا نیاز مند ہوتا ہے، اس کو اس سے کیا بحث کہ خریدنے والے اس کا بنایا ہوا مال کس غرض سے خرید رہے ہیں۔ مگر یہ جنگ آزما اسلحہ ساز تو میدان میں دوست بھی رکھتا ہے اور

دشمن بھی۔ اس کے لیے تو ناممکن ہے کہ اپنا ایک تیر بھی دشمن کے ترکش میں جانا دیکھ سکے۔ جب اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کا کاغذ دشمن کے ہاتھ پڑ کر اُس کے لیے اسلحہ بنائے گا تو یہ اُسے خود اپنے ہاتھ سے ڈائنامیٹ لگا کر اڑا دیتا ہے اور اس بات کی کچھ پروا نہیں کرتا کہ میں نے برسوں کی محنت اور اربوں روپے کے صرف سے کیا غشا بنایا تھا۔

جس طرح اسلحہ سازی ایک قسم کی تیاری ہے اسی طرح تزکیہ نفس بھی ایک قسم کی تیاری ہی ہے۔ تزکیہ کے دو معنی ہیں پاک صاف کرنا اور نشوونما دینا۔ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے تزکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو غیر مطلوب صفات سے پاک کیا جائے اور مطلوب صفات کی آبیاری سے اس کو پر دان چڑھایا جائے۔ پس یہ حقیقت تزکیہ نفس اور اخلاقی تیاری دونوں ہم معنی ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جس طرح دوسری تمام تیاریوں کے معاملہ میں تیاری بچلنے خود ایک ہبل چیز ہے اسی طرح یہ اخلاقی تیاری بھی بذات خود ہبل ہے تو متیکہ یہ بات واضح طور پر معین نہ ہو کہ تیاری کس مقصد کے لیے ہے۔ مقصد ہی اس امر کا فیصلہ کرنے والی چیز ہے کہ کونسی صفات اس کے حصول میں مانع ہیں جن سے نفس کو پاک کیا جائے اور کونسی صفات اس کے حصول میں مددگار ہیں جن کو نشوونما دینے کی سعی کی جائے۔ مقصد ہی اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کس پہلے کا انسان درکار ہے جسے بنانے کی کوشش کی جائے اور کس پہلے کے انسان غیر مفید یا ناکافی ہیں جن کے بنانے کی یا تو کوشش ہی نہ ہو، یا جن کے بن جانے پر اکتفا نہ کیا جائے۔ مقصد ہی کی نوعیت پر اس سوال کا فیصلہ بھی منحصر ہے کہ تزکیہ نفس کے طریقوں میں سے کونسا طریقہ سپاڑہ مطلوب کے انسان تیار کرنے کے لیے مناسب ہے اور تزکیہ کی تدابیر میں سے کن کن تدابیروں کو کس تناسب کے ساتھ استعمال کیا جائے کہ اس سپاڑہ کے انسان بڑھل سکیں۔

یہ مقصد کا سوال اتنی تزکیہ نفس کے مسئلے میں اتنا اہم ہے کہ نہ صرف تزکیہ کی نوعیت اور اس کے پہلے اور اس کی منہاج بھی کا اس پر انحصار ہے، بلکہ فی الحقیقت ایک قسم کے تزکیہ اور دوسری قسم کے تزکیہ میں

فرق و امتیاز بھی اسی کے لحاظ سے ہوتا ہے اور مختلف اقسام کے ترکیبوں کی قدر و قیمت بھی اسی کی بنا پر شخص کی جاسکتی ہے بہت سے لوگ ترکیبِ نفس کو بجائے خود کوئی بہت بڑی قیمت ہی چیز سمجھتے ہیں اس لیے مقصد سے قطع نظر کہ نفس ترکیب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ نفس ترکیب محض ایک بے معنی چیز ہے اسی طرح بہت سے نادانف لوگ اس نمانت سے دھوکہ کھا جاتے ہیں جو مختلف مقاصد کے ترکیبوں کی بعض مشترک تدابیر میں پائی جاتی ہیں۔ ایک بلند ترین اور صحیح ترین مقصد کے لیے جو طریقے کسی حکیم نے اختیار کیے تھے انہی طریقوں کو جب اس مقصد سے ہٹے ہوئے لوگ دوسرے نیت یا غلط مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں تو دیکھنے والے طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی سمجھتا ہے کہ جب یہ ان طریقوں کو استعمال کر رہے ہیں تو ضرور ان کا مقصد بھی وہی ہوگا جو اس حکیم کا تھا۔ کوئی گمان کرتا ہے کہ ان طریقوں کا استعمال بجائے خود محمود ہے قطع نظر اس سے کہ کس مقصد کے لیے کیا جائے۔ اور کوئی بیچارہ اسادہ لوحی کی اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ یہ نیت اور غلط مقاصد کے لیے ترکیبِ نفس کرنے والے جب اس بڑے حکیم کے نسخے کی ترکیب اور اس کے تناسب میں ترمیم کر کے، اس کے بعض اجزاء کو نکال کر بعض اجزاء کی مقدار بعض دوسرے اجزاء سے بڑھا کر اور بعض بظاہر مباح اجزاء اپنی طرف سے اس میں بڑھا کر اسے اپنے مقاصد کے لیے مناسب بناتے ہیں تو وہ غریب اس نئی ترکیب کے راز کو نہیں پاسکتا اور یقین لے آتا ہے کہ یہ نسخہ بھی صحیح ہے۔ حالانکہ اگر باضابطہ حکیمانہ طریقہ سے ترکیبِ نفس کے مسئلہ کا مطالعہ کیا جائے، مقاصد کے لحاظ سے ترکیبوں کی انواع و اقسام میں امتیاز کیا جائے اور تدابیر ترکیب کا اس اعتبار سے جائزہ لیا جائے کہ مختلف نوعیت کے ترکیبوں میں بعض مشترک تدابیر کی استعمال کس طرح مختلف طور پر ہوتی ہے ہر نوعیت کے ترکیب میں ان تدابیر کی روح دوسری نوعیتوں کے ترکیبوں سے کس قدر مختلف ہوتی ہے، اور ان تدابیر کے تناسب کا ترکیب کے مزاج میں کتنا دخل ہے، تو اس قسم کی ساری غلط فہمیاں ختم ہو جاتی ہیں اور حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

اسلحہ سازی کی جو مثال ابھی ہم نے اوپر دی ہے اگر آپ اسے نظر میں رکھیں اور پھر اس مسئلہ پر

غور کریں تو سارا معاملہ آسانی آپ کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ آپ اس مثال میں بہتیار کی جگہ انسان کو رکھ دیں اور اسلحہ ساز کے مقام پر اس شخص کو رکھیں جو تزکیہ سے انسانوں کو تیار کرنا چاہتا ہے۔ لامحالہ یہاں بھی سب سے پہلے وہی سوال پیدا ہوگا جو اسلحہ سازی کے معاملہ میں پیدا ہوا کہ یہ شخص آخر کس غرض کے لیے انسان تیار کرنا چاہتا ہے؟ انسان سازی آرٹ کے نقطہ نظر سے بھی ہو سکتی ہے، پیشہ ورانہ بھی ہو سکتی ہے، اس غرض سے بھی ہو سکتی ہے کہ آپ دنیا میں خود اپنی ایک اسکیم رکھتے ہیں اور اپنے تیار کیے ہوئے انسانوں کی طاقت سے اس کو جاری کر کے اپنے ذمیوی مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور اس غرض سے بھی ہو سکتی ہے کہ آپ دنیا میں خدا کی اسکیم کو جاری کر کے اس کی رضا کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان تمام مختلف اغراض کے لیے جو انسان سازی کی جائے گی اس میں بہت سی چیزیں مشترک ہوں گی۔ مثلاً متعدد انسانی صفات ایسی پائی جائیں گی جنہیں سب یا اکثر انسان ساز دور کرنا چاہیں گے، کیونکہ وہ ان سب کی یا اکثر کی جداگانہ اغراض کے حصول میں مانع ہوتی ہیں۔ اسی طرح متعدد صفات ایسی ملیں گی جنہیں وہ سب یا اکثر نشوونما دینے کے خواہشمند ہوں گے کیونکہ وہ ان کی الگ الگ اغراض کے حصول میں مددگار ہوتی ہیں۔ اس طرح اشکالی تیاری کی بہت سی تدبیریں بھی آپ ایک غرض کی انسان سازی میں وہی پائیں گے جو دوسری غرض کی انسان سازی میں پائیں گے۔ لیکن ان ظاہری مماثلتوں کے باوجود مختلف اقسام کی انسان ساز یوں کے مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہی رہیں گے اس لیے کہ غرض و مقصد کا اختلاف ان کے راستوں کو لازماً جدا کر دے گا۔ جن صفات کو غیر مطلوب سمجھنے میں یہ سب متفق ہوں گے ان کے غیر مطلوب ہونے کی وجہ ہر ایک کی نگاہ میں دوسرے سے مختلف ہوگی، ان کی غیر محمودیت کے مراتب بھی سب کے ہاں یکساں نہ ہوں گے، اور ان کے سوا بہت سی صفات ایسی ملیں گی جو ایک کے ہاں سخت مذموم ہوں گی اور دوسرے کے ہاں صفات مذمومہ کی نہرست میں سرے سے ان کا ذکر تک نہ ملے گا پس نہ صرف یہ کہ مشترک صفات مذمومہ کے مذموم ہونے میں ہر ایک کا نقطہ نظر دوسرے سے مختلف ہوگا، بلکہ کلی حیثیت سے ایک کی صفات مذمومہ کا مجموعہ دوسرے کے مجموعہ سے مختلف پایا جائے گا۔ یہی صورت حال صفات مطلوبہ کے معاملہ میں آپ دیکھیں گے کہ صفات کے مطلوب

ہونے کی وجہ میں یہ سب غیر متعلق ہوں گے، ان کے مراتب مطلوبیت و محمودیت میں بھی ان کے درمیان اتفاق نہ ہوگا اور ایک کی صفات مطلوبہ کا مجموعہ دوسرے کے مجموعہ سے نہ ملے گا۔ اسی طرح تدابیر میں آپ دیکھیں گے کہ مشترک تدابیر میں بھی ہر ایک کے ہاں دوسرے سے مختلف روح کا ذرہ ماہوگی، ان کی اہمیت کے درجہ میں بھی اختلاف ہوگا، اور مجموعی حیثیت سے ایک کا نظام انسان سازی اپنی ترکیب، اپنی تدابیر کے تناسب میں دوسرے کے نظام انسان سازی سے بالکل غیر مشابہ ہوگا۔

انسان سازی اگرچہ نام کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے، لیکن دیکھیے، غرض و مقصد کے اختلاف سے مختلف اقسام کے انسان سامنے ہیں کتنا بڑا اختلاف ہو جاتا ہے۔ اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تزکیہ نفس کے ان مختلف اسکولوں میں ہم فرق کیسے کریں گے اور کس طرح یہ تعین کریں گے کہ ان میں سے کون محض آرٹسٹ ہے، کون پیشہ ور ہے، کون دنیا میں اپنی اسکیم چلانے کے لیے جدوجہد کرنا چاہتا ہے، اور کون خدا کی اسکیم جاری کرنے کے لیے سعی و عمل کے میدان میں اترنا چاہتا ہے؟ یہ فرق و امتیاز ظاہر ہے کہ دوسری طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ ہم ہر اسکول کے نظام تزکیہ کا جائزہ لیں۔ دوسرے یہ کہ ہم ہر اسکول کے طرز عمل کو دیکھیں۔

آرٹسٹ کا امتیازی وصف یہ ہوتا ہے کہ خوش ذوقی، حسن، لطافت، کمالات معنوی، ظہور حجاب، اور مشاہدہ جمال معنوی اس کے نظام کی بنیادی تعلیم ہوتی ہیں۔ اس لیے آرٹسٹ کے نقطہ نظر سے تزکیہ نفس کے چنے اسکول قائم ہوں گے ان میں لازماً یہی چیزیں زیادہ نمایاں ہوں گی۔ ان کے ہاں صفات مذکورہ کی فہرست اس لحاظ سے مرتب ہوگی کہ جو صفات آرٹسٹ کے نقطہ نظر سے جتنی زیادہ مذکور ہیں ان کے وعدہ کرنے پر اتنا ہی زیادہ وعدہ کیا جائے گا۔ لطافت، لطافت، آداب (ایٹیکٹ)، ادب (ڈیسٹن) اور اسی نوعیت کی دوسری چیزوں میں مقرر ضابطوں سے معمولی انحراف کو بھی وہ بڑے معاصی میں شمار کریں گے جن صفات سے ان کے نزدیک روح کی پرعت میں فرق آتا ہے، یا جو صفات لطافت کے کھلنے میں مانع

ہوتی ہیں، یا جن سے کمالاتِ معنوی کا حصول نہیں ہو سکتا، وہ ان کے ہاں اصل صفاتِ غیر محدودہ قرار پائیں گی۔ اسی طرح صفاتِ محمودہ میں بھی آپ اُن کی پوری فہرست پر آرٹ کو مسلط پائیں گے۔ آپ کو صریح طور پر محسوس ہوگا کہ ان کو زیادہ تر دلچسپی زندگی کے حسن سے ہے اور اس سے آگے بڑھ کر اگر یہ کچھ چاہتے ہیں تو صرف وہ اخلاقی خوبیاں جن سے نفس میں لطیف قوتیں پیدا ہوں، عالمِ بالا کی طرف پرواز کی طاقت آئے، اور ماورائے مادہ لذتوں کے ادراک کی صلاحیت نشوونما پائے۔ گویا کہ وہ ایک نفیس ریڈیو سیٹ بنا نا چاہتے ہیں جو نہایت متناسب اور خوش وضع بھی ہو اور لطیف ترین آوازوں کو اخذ بھی کرے، یا ایک خوبصورت کیمرا بنا نا چاہتے ہیں جو ستھرا بھی ہو اور جس کی پلیٹ پر لطیف ترین صورتیں ترسیم بھی ہو سکیں۔ ان کے لیے دنیا میں کرنے کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس کی خاطر انہیں خارج کی طاقتوں سے کشمکش اور مقابلہ پیش آئے، جس میں ذمہ داریوں کا لوجھ سہارنے کی طاقت و درکار ہو، جس میں تمدنِ معاشرہ سیاست اور تہذیبِ افکار و اعمال کے مسائل سے انہیں دوچار ہونا پڑے اور کسی رنجانی اسکیم کو فرائضوں اور مخالفتوں کے علی الرغم نافذ کرنے کی ضرورت ہو۔ اس لیے وہ صفاتِ محمودہ و غیر محمودہ کے اس پورے شعبے کا نوٹس تک نہیں لیتے جو دنیا کے میدانِ کارزار میں ایک متعین مقصد کے کاترنے والے کے نقطہ نظر سے مطلوب یا غیر مطلوب ہوا کرتی ہیں۔ انہیں عبادت کی مضبوطی سے بحث نہیں، صرف اس کی زمینیت، اس کے تناسب اور اس کے رنگ و روغن اور نقش و نگار سے بحث ہے۔ ان کو سیرت کا زہد اور اس کی صلاحیت مطلوب نہیں، محض اس کا حسن مطلوب ہے۔ ان کو نفس کی وہ زبردست طاقتیں درکار نہیں جن سے دنیا میں بھاری ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور بڑے کام انجام دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ وہ لطیف قوتیں مطلوب ہیں جن سے وہ کشفِ صدور، کشفِ قبور، ادراکِ لطائفِ غیبی اور اسی نوع کی دوسری چیزوں پر قادر ہو جاتے۔ اسی لیے وہ تدابیرِ تزکیہ میں سے صرف انہی چیزوں کو اختیار کرتے ہیں جو ان کی اس غرض کے لیے موزوں ہوتی ہیں۔ مسلمان آرٹسٹ ہوں یا غیر مسلم آرٹسٹ، سب کی غرض ان تدابیر سے فی الجملہ ایک ہی ہے، اور سب کے ہاں ان تدابیر کا مزاج یکساں ہے۔ فرق اگر ہے تو یہ کہ مسلمان آرٹسٹ ان تدابیر کا انتخاب اسلام کے مجموعہ تدابیر میں سے کرتا ہے، ان کو پورے مجموعہ میں سے جو کسی اور غرض کے لیے ایک اور ہی مناسب

بنا یا گیا تھا، الگ نکال کر اپنے لیے مفید مطلب بناتا ہے، ان کے ساتھ اسی مزاج کی کچھ دوسری تدبیروں کا کبھی بشرطِ اباحت اور کبھی بلاشرطِ اباحت) جوڑ لگاتا ہے، اور اس طرح وہ نفوسِ زکیہ تیار کرتا ہے جو اس کے آرٹ کے نقطہ نظر سے مثالی نفوس ہوتے ہیں۔

اب پیشہ و مرض کی کو بیجیے۔ اس کے ہاں آپ نصب العین کو بڑی حد تک منقو و پائیں گے۔ اس کے عمل میں آپ کو ہر ماڈل کے نفوسِ زکیہ مل جائیں گے۔ وہ کوشش کرے گا ان صفاتِ نیچہ کو دور کرنے کی جو تزکیہ کی ہنڈی میں غیر مطلوب ہیں اور پورا زور صرف کر دے گا ان صفاتِ حسنہ کو نشوونما دینے پر جن کی اس بازار میں مانگ پائی جاتی ہے۔ اسی فرض کے لیے وہ تزکیہ کی چند مناسب تدبیریں اختیار کرے گا، پھر ان تدبیروں سے جو نفوسِ زکیہ تیار ہوں گے ان کو چھوڑ دے گا کہ بازار میں جہاں کھپ سکیں کھپ جائیں اس کا حال پیشہ و ماسلو ساز کا سا ہو گا جسے اس بات کی کچھ پروا نہیں ہوتی کہ اس کی صیقل کی ہوئی تو ایسی کس کی کمر میں بندھتی ہیں اس لیے کہ دنیا کے میدانِ کارزار میں اُس کی نہ کسی سے جنگ ہے نہ دشمنی۔ وہ اس رزم گاہ میں ایک غیر جانبدار کاریگر ہے جس کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ اچھے اچھے پرہیزگار، فرض شناس، مندین، خوش معاملہ آدمی تیار کرے۔ اب اگر یہ اس کے کارخانے کا مارکہ پیشانی پر بیسے ہوئے کسی ظالم کی پولیس میں ممتحن تھانہ دار بن جائیں، یا کسی طاغوت کی عدالت میں غیر الٹی بلکہ صریح خلافِ شریعت ایسی کی بنیاد پر مقدمہ لڑنے والے "متدین" وکیل یا خود فیصلہ کرنے والے "پرہیزگار" سلطانِ غوث بن جائیں، یا اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے اُن میدانوں میں دھاوے ماریں جہاں عملاً اللہ کے کھلے باغیوں کی کبر باٹی قائم ہوتی ہے، تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ ایسے جتنے کامیاب پوزے اُس کی خاتقا سے منسوب ہوں گے اسی قدر زیادہ اس کی کامیابی کی شہادت فراہم ہوگی۔ اس کی تو اصل کامیابی یہی ہے کہ اس کے تیار کیے ہوئے پوزے خدا کی یادادہ اس کے خوف سے پائیداری حاصل کر کے خود خدا ہی کے باغیوں کی کشمکش میں نہایت خوبی کے ساتھ نصب ہو جائیں انسانِ باغیوں کے اپنے ڈھانچے ہوئے پوزوں سے بھی کچھ زیادہ قابلِ اعتماد ثابت ہوں۔

اس کا روبا میں یہ پیشہ و مرکز کی نہ محض اخلاقی حسن و قبح کے معیار کو، اور نہ صرف تدا پیر زکیہ کے نظام کو اپنے پیشہ کے مزاج پر ڈھالتا ہے بلکہ ایک الگ نظریہ زندگی اور ایک پورا فلسفہ حیات وضع کر دیتا ہے جس کے بغیر اس کا یہ پیشہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساختہ پر داختہ انسانوں کے دلخ اس تصور کی پیداوار کے لیے بالکل بنجر ہو جاتے ہیں کہ دنیا میں وہ اپنا بھی کوئی نظام زندگی رکھتے ہیں جسے دوسرے نظاموں کے بجائے قائم کرنے کے لیے انہیں مجاہدہ کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس وہ انہیں ہر نظام غالب میں بسہولت دینے اور اس سے سازگاری کرنے اور اس کے اندر کھپ جانے کے لیے تیار کرتا ہے اور مذہب، اخلاق، روحانیت اور تہذیب کا ایک ایسا مناسب خلاصہ نکال کر انہیں دے دیتا ہے جسے ساتھ رکھ کر وہ ہر نظام فاسد کے جزو صالح بن سکتے ہیں۔

دنبروی مقصد کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جن کے پیش نظر اپنا یا اپنے خاندان یا طبقے کا کوئی مقصد ہوتا ہے، وہ بھی جو حق قوم یا حسب وطن کی بنا پر ایک مقصد لے کر اٹھتے ہیں، اور وہ بھی جو مجر و انسانی مفاد کے لیے کوئی اسکیم چلانا چاہتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض کسی روحانی و اخلاقی مذہب کو مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے۔ جرنیات میں ان سب کے طریق انسان سازی میں کافی فرق ہوتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی ان سب کی مشترک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ انسان کو اس حیثیت سے کم ہی دیکھتے ہیں کہ وہ انسان ہے، اس کے ساتھ زیادہ تر دلچسپی انہیں صرف اس حیثیت سے ہوتی ہے کہ وہ ان کے مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یہی نقطہ نظر ان کی انسان سازی کے پورے نظام پر حاوی ہوتا ہے، گویا کہ وہ انسان نہیں بناتے بلکہ اپنی اسکیم کے آلات اور اپنی جنگ کے ہتھیار بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صفات محمودہ و غیر محمودہ میں سے وہ صفات ان کی فہرست میں جگہ نہیں پاتیں جو انسانیت کے لحاظ سے محمودہ و غیر محمودہ ہیں۔ ایسی کچھ صفات سے وہ تعرض کرتے بھی ہیں تو انسانیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ محض افادیت کے لحاظ سے۔ دراصل ان کی پوری فہرست اخلاق اس بنیاد پر مرتب ہوتی ہے کہ ان کی اسکیم کے نفاذ کا آلہ ہونے کی حیثیت سے انسان میں کوئی

صفت ہوتی چاہئیں اور کونسی نہ ہونی چاہئیں۔ اسی بنیاد پر وہ اپنا نظام تزکیہ و تربیت تعمیر کرتے ہیں۔ اگر آپ ان کے اس نظام انسان سازی کے مزاج کو سمجھنا چاہیں تو صرف ایک بات اس کی مکمل تشخیص کیے کافی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو صفات فی الواقع انسانیّت عالیہ کی خصوصیات میں سے ہیں ان کو بھی یہ نظام اس طور پر اپنے تربیت یافتہ انسانوں میں پرورش کرتا ہے کہ وہ شرف انسانیّت کے بجائے محض ایک ہتھیار کی خوبی بن کر رہ جاتی ہیں مثلاً صبر، کہ وہ بہترین انسانی صفات میں سے ہے، مگر یہ نظام جن انسانوں میں اتنا صبر پیدا کرتا ہے کہ وہ بموں کی بارش میں بھی ڈٹے رہتے ہیں ان کے اندر اتنا بھی صبر پیدا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی خواہشات نفسانی کے ایک معمولی سے تعلق سے ہی کے مقابلہ میں ٹھہر جائیں۔

ان سب کے مختلف معاملہ اس شخص کا ہے جو انسان کو اس غرض کے لیے تیار کرنا چاہتا ہو کہ وہ خدا کے امتحان میں کامیاب ہو اور اس منصبِ خلافت کا، جو خدا نے انسان کے سپرد کیا ہے، پورا پورا حق ادا کر کے خدا کی رضا کو پہنچے۔ اس غرض کے لیے وہ اخلاق کے مسئلے کو اس وسعت کے ساتھ اور پھر اس تجربہ سی و باریک بینی کے ساتھ دیکھے گا جس کے ساتھ کوئی دوسرا اسے نہیں دیکھتا۔ وہ اس پورے دائرہ زندگی کی پیمائش کرے گا جس میں انسان کی آزمائش ہو رہی ہے۔ اس دائرے کے ہر حصہ کے متعلق تحقیق کرے گا کہ کس حصہ میں کس پہلو سے آزمائش ہے اور اس آزمائش میں کامیابی کا مدار کس چیز پر ہے۔ پھر بحیثیت مجموعی پوری زندگی کے امتحان کے متعلق یہ شخص کرے گا کہ اس میں فی الواقع اللہ تعالیٰ کا وہ منشا کیا ہے جسے پورا کرنے پر ہی انسان کی کامیابی منحصر ہے پھر اسی نقطہ نگاہ سے یہ دیکھے گا کہ انسان کے اندر اس کے باہر کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جو اس کی کامیابی میں سدّیہ ہوتی ہیں باطن میں سے ہر ایک کا سدّیہ ہونے کی حیثیت سے کیا مرتبہ ہے، اور اسی طرح باطن و خارج میں کیا چیزیں اس کی کامیابی کے لیے مفید و معاون ہیں اور اس افادت و معاونت کے اعتبار سے ان کے کیا مدارج ہیں۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر وہ مطلوبہ اور غیر مطلوبہ امور کی فہرست مرتب کرے گا اور اسی بنیاد پر اس امر کا تعین بھی کرے گا کہ کونسی چیز کس درجہ میں مطلوب یا غیر مطلوب ہے اور اسے

حاصل کرنے یا مٹانے پر کتنا زور صرف کرنا چاہیے۔ پھر یہی وہ بنیاد ہے جس پر وہ تزکیہ کی تدابیر کا انتخاب کرے گا۔ اس کے نظام تزکیہ میں ایسی تمام تدابیر جمع ہونگی جن سے انسان کی کامیابی کے باطنی موانع دور ہوں اور اس کے اندر خارجی موانع کو ہٹانے اور مٹانے کا غم اور بل بوتہا نشوونما پاسکے، نیز جن سے وہ چیزیں اس کے باطن میں ابھریں اور ترقی کریں جو اس کی کامیابی میں مددگار ہو سکتی ہیں اور ان چیزوں کو وہ حاصل کر لے اور ترقی دینے کا مشاق اور اہل بن جائے جو خارج میں اس کے لیے موجب فوز و فلاح ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ ایسی تمام تدبیروں کو اپنے نظام میں جمع کرے گا، بلکہ وہ حقیقت اس کے نظام میں ان تمام تدبیروں کے اندر ایسی مقصد کی روح کار فرما ہوگی اور اسی مقصد کو ملحوظ رکھے کہ وہ ان تدبیروں کو ایک تناسب کے ساتھ اپنے نظام تزکیہ میں جگہ جگا

یہی آخری قسم کا تزکیہ نفس اسلامی تزکیہ نفس ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نظام تزکیہ کے مصطلحات اور اس کے بعض اجزاء کسی دوسری نوعیت کے نظام تزکیہ میں بھی پائے جائیں، لیکن سخت غلطی پر ہو گا وہ شخص جو محض اتنی مماثلت دیکھ کر اسے اسلامی تزکیہ نفس سمجھ بیٹھے گا۔ خوب سمجھ لیجیے کہ جہاں مطلوب اور غیر مطلوب اشیاء کی فہرست میں اسلام کی فہرست سے کچھ کمی و بیشی پائی جاتی ہے، جہاں ان کے مراتب مطلوبیت و غیر مطلوبیت میں بھی کچھ الٹ پھیر ہے، جہاں تزکیہ نفس کے کام میں آرٹ یا پیشہ ویسی یا دنیا طلبی کا رنگ پایا جاتا ہے، اور جہاں تدابیر تزکیہ میں اور ان کے اس تناسب میں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا، تصرف بھی کیا گیا ہے وہاں ضرور مقصد تزکیہ بدل گیا ہے اور مقصد کے بدل جانے کی وجہ سے نوعیت تزکیہ بھی بدل چکی ہے۔ ایسا تزکیہ نفس خواہ اس میں تقویٰ و طہارت کی کتنی ہی گفتگو ہو، اور خواہ اس میں اسلامی تزکیہ نفس کے مقدس ترین اجزاء کتنے ہی مبالغہ کے ساتھ شامل کیے گئے ہوں بہر حال اس قدر کا مستحق نہیں ہو سکتا جو صرف اسلامی تزکیہ نفس ہی کے لیے مختص ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی مقصد کے لیے لڑنے والے نے اگر تلوار پر صیقل کا ایک ایک ہاتھ ماننے کو بڑے اجر و ثواب کا کام قرار دیا ہو، تو یہاں جو ثواب کا حکم دیاں ہرگز چسپاں نہ ہو گا جہاں محض آرٹ کے طور پر صیقل کے ہاتھ مارے جا رہے ہوں یا جہاں اس کے دشمن کے لیے تلواریں صیقل کی جا رہی ہوں۔